OPEN ACCESS
AL-TABYEEN
(Bi-Annual Research Journal of Islamic Studies)
Published by: *Department of Islamic Studies, The University of Lahore, Lahore.*

ISSN (Print) : 2664-1178
ISSN (Online) : 2664-1186
Jul-Dec-2021
Vol: 5, Issue: 2
Email: altabyeen@ais.uol.edu.pk
OJS: hpej.net/journals/al-tabyeen/index

جرم وسزائے ارتداد پر قرآن حکیم سے متعلقہ شبہات کا تحقیقی جائزہ

آصف جاوید*

حافظ انتظار احمد**

ABSTRACT

According to Islamic Criminal Law, Apostasy is a crime, severely punishable in this world and hereafter. Some people are of the view that worldly punishment is not mentioned in Quran. Rather the rule has been given that a man is free to choose or give up any religion; no one would be copmelled in this regard. This is essential to contemplate over this crictial matter that; what is the accurate interpretaion of the verses of Quran in this regard? How the wordly punishment of Apostasy is derived from Quran? What is the meaning of "There is no coercion in Islam"? Either Islam prohibits every form of coercion or it has also been used in some commandments of Islam? In this article, a critical analysis of these doubtful questions regarding the punishment of Apostasy is presented in the context of Holy Quran.

Keywords: جرم، سزا، ارتداد، مرتد، جبر، اکراہ، آزادی، حریت، مذہب، فکر، دین، منکرین، قرآن، تفسیر

* پی ایچ ڈی سکالر، ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان
* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ و سیرت چیئر، یونیورسٹی آف اوکاڑہ، اوکاڑہ، پاکستان

قرآن حکیم بلاشبہ، اسلامی شریعت کا اوّلین مصدر ہے اور اس مصدر اوّل میں، حیات انسانی کے جملہ گوشوں سے متعلقہ اصول ومبادی پائے جاتے ہیں۔ جرم وسزائے ارتداد کے باب میں بھی دسیوں آیات موجود ہیں، جن کے مطالعہ سے جرم ارتداد کی شناعت واضح ہوتی ہے اور جن کا روئے سخن قاری کو یہ احساس دلاتا ہے کہ اللہ کے نزدیک ارتداد کا جرم، کتنی سخت ترین وعید اور کس قدر شدید ترین سزا کا موجب ہے۔ مگر ہمارے عہد میں فکر جدید کے حاملین نہ صرف ارتدادی عمل کا جواز قرآن حکیم سے ثابت کرتے ہیں بلکہ سزائے ارتداد کے انکار میں قرآن حکیم کی بعض آیات کو حوالہ کے طور پر بھی پیش کرتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن حکیم میں کیا واقعی جرم ارتداد کی سزا موجود نہیں ہے؟ قرآن حکیم میں سزائے ارتداد کا صریح حکم نہ ہونے سے کیا اس حکم کا عدم وجود لازم آئے گا؟ قرآنی متعلقات نصوص سے کس اسلوب میں سزائے ارتداد پر استدلال کیا جائے گا؟ ارتداد سے متعلقہ آیات کا زمانہ نزول کیا ہے؟ آیت: لَآ إِكۡرَاهَ فِي ٱلدِّينِ کے شان نزول سے موضوع کا کون سا گوشہ واضح ہوتا ہے؟ جبر واکراہ کے باب میں اسلام کا مزاج کیا ہے اور علمائے تفسیر نے دین کے بارہ میں عدم اکراہ سے کیا سمجھا ہے؟ زیر قلم مضمون میں جرم وسزائے ارتداد پر قرآن حکیم سے متعلقہ انہی شکوک وشبہات کا تحقیقی جائزہ پیش کیا جائے گا۔

پہلا شبہ: قرآن حکیم میں سزائے ارتداد کا وجود نہیں ہے

سزائے ارتداد کے منکرین کا ایک اعتراض یہ ہے کہ قرآن حکیم میں ارتداد پر سزائے قتل کا ذکر نہیں ہے اور قرآنی آیات میں یہ حکم کسی مقام پر بھی یہ نہیں دیا گیا کہ جو لوگ مرتد ہو جائیں انہیں جرم ارتداد میں قتل کر دینا چاہیے بلکہ قرآن حکیم میں مرتدین کے طبعی موت مر جانے کا ذکر صاف صاف موجود ہے گویا جو لوگ ایمان کے بعد ارتداد کی راہ اختیار کریں، انہیں قتل نہیں کیا جائے گا۔ قرآن حکیم کی رو سے مرتد کو سزائے ارتداد میں قتل کرنے کا حکم ہوتا تو قرآن انہیں کفر میں بڑھتے جانے کو بیان کرتا اور نہ ہی اس میں یہ ذکر ہوتا کہ وہ حالت کفر ہی میں مر جائیں۔ یہاں تک کہ قرآن یہ کہتا ہے کہ جو شخص مرتد ہو جاتا ہے وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا، اسے جانے دو، ہم اس کی بجائے مومنانہ صفات کی حامل قوم پیدا کر دیں گے۔ قرآن نے انہیں بھی قتل کرنے کا حکم نہیں دیا کہ ان کی گردن مار دی جائے تا کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اسلام لا کر دوبارہ کفر اختیار کرنے کی سزا کیا ہو

گی۔[1]

سزائے ارتداد کے بعض منکرین کا خیال یہ ہے کہ قرآن حکیم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص ارتداد کو پیشہ بنائے گا اور بار بار نظریہ تبدیل کرے گا، اسے بھی سزائے جسمانی سے دوچار نہیں کیا جائے گا۔ اسلامی معاشرے میں ارتداد کی کھلم کھلا تبلیغ پر کبھی مرتد کو جسمانی سزا نہیں دی جائے گی کیونکہ کسی کا عمل ارتداد اہل اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ تا چنانچہ کسی مرتد کو مادی اذیت یا جسمانی سزا سے دوچار کرنا قرآن کی حکم عدولی ہوگا۔[2]

سزائے ارتداد کے منکرین نے مندرجہ ذیل آیات کی بناپر قرآن میں سزائے ارتداد کے عدم وجود کا دعویٰ کیا ہے۔ منکرین سزائے ارتداد نے جن آیات مبارکہ کو، اپنے موقف میں بنائے استدلال بنایا ہے اور اس کی بناپر یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن حکیم میں سزائے ارتداد کا وجود نہیں ہے یا قرآن حکیم کی رو سے کسی شخص کا ارتدادی عمل، ایک مسلم سماج کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا؛ ان آیات مبارکہ یا مقدس سورتوں کے زمانہ نزول کا مطالعہ ہی یہ واضح کر دیتا ہے کہ سزائے ارتداد کے منکرین کا استدلال کس قدر بے وزن اور غیر متعلق ہے۔[3]

i) آیاتِ ارتداد کا نزول اسلام کے ابتدائی دور میں ہوا ہے:

قرآن حکیم کا مبتدی طالب علم بھی جانتا ہے کہ قرآن حکیم حالات وواقعات کی مناسبت سے تقریباً، تئیس سالہ مدت میں قسط وار نازل ہوا ہے اور زمانہ نزول ہی کے اعتبار سے اس کا ایک حصہ مکی اور دوسرا حصہ مدنی ہے۔ مکی دور میں آیات توحید وشرک اور احکام تربیت واصلاح نازل ہوئی ہیں اور مدنی دور میں قانونی اور احکامی آیات کا نزول ہوا ہے جب اسلامی ریاست کا مرکزی خطہ زمین، مدینہ طیبہ کی صورت میں اہل اسلام کے پاس موجود تھا اور یہ بھی ایک معلوم حقیقت ہے کہ ارتداد کی سزا دینے کا ہر شخص کو اختیار حاصل نہیں ہے بلکہ ایک آزاد اور خود مختار اسلامی ریاست ہی جرم وسزا کے احکام نافذ کرنے کی مجاز ہے چنانچہ جب تک رسول اللہ ﷺ کو کسی خطہ

1۔ غلام احمد پرویز، دو اہم مسائل؛ قتل مرتد اور غلام لونڈیاں: 13 تا 35، میزان پبلیکیشنز لمیٹڈ، شاہ عالم سٹریٹ، لاہور، 1962ء

2۔ رحمت اللہ طارق، قتل مرتد کی شرعی حیثیت، 13 تا 23 ، ادارہ ادبیات اسلامیہ، پاک گیٹ صرافہ بازار ، ملتان، 2001ء

3۔ النحل: 106 ؛ المائدہ: 54؛ النساء:137؛ آل عمران:90

ارضی پر مکمل اختیار حاصل نہ ہو جاتا، سزائے ارتداد کا نفاذ عمل میں لانا ممکن نہ تھا اور تاریخ اسلام شاہد ہے کہ آنجناب کو مکمل اختیار اور اقتدار فتح مکہ کے بعد حاصل ہوا ہے۔ سزائے ارتداد کے منکرین نے جن آیات سے جرم ارتداد کے عدم وجود کو ثابت کیا ہے، ان میں سے ہر سورت اور آیت کا نزول، فتح مکہ سے قبل کا ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ کو ابھی تک مکمل اختیار اور اقتدار حاصل ہی نہیں ہوا تھا۔ ذیل میں ہم مذکورہ آیات وسور کا زمانہ نزول پیش کر رہے ہیں۔ مولانا مودودیؒ کے مطابق بعض شواہد کی بنا پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سورہ نحل کا زمانہ نزول بھی مکی زندگی کا آخری دور ہے، سورت کے عام انداز بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔[1]

سورۂ مائدہ کے مضامین سے ظاہر ہوتا ہے اور روایات سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ مائدہ، صلح حدیبیہ کے بعد 6 ہجری کے اواخر یا 7 ہجری کے اوائل میں نازل ہوئی تھی۔ تاہم داخلی شہادت یہ بھی واضح کرتی ہے کہ اس سورت کا بعض حصہ جنگ بدر سے قبل بھی نازل ہو چکا تھا کیونکہ جنگ بدر سے قبل حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتماع شوریٰ میں جناب مقداد بن عمروؓ نے خطاب کرتے وقت، قوم موسیٰ کے جس جملے کا حوالہ دیا تھا، وہ سورت مائدہ ہی سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس سورت کا بعض حصہ جنگ بدر سے بھی پہلے نازل ہو چکا تھا۔[2]

سورہ نساء متعدد خطبات پر مشتمل ہے، جو 3 ہجری کے آخر سے لیکر 4 ہجری کے آخر اور 5 ہجری کے اوائل تک، مختلف اوقات میں نازل ہوتے رہے ہیں۔[3]

سورہ آل عمران چار تقاریر پر مشتمل ہے، جن میں سے ہر ایک کا زمانہ نزول مختلف ہے۔ آغاز سورت سے لیکر آیت نمبر 32 تک غالباً، جنگِ بدر کے بعد قریبی زمانہ ہی میں نازل ہوئی ہے اور تیسری تقریر، ساتویں رکوع کے آغاز سے لیکر بارہویں رکوع کے اختتام (آیت 64 تا 120) تک ہے اور اس کا زمانہ نزول، پہلی تقریر سے متصل ہی معلوم ہوتا ہے۔[4] نزول سور کی مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ سزائے ارتداد کے منکرین نے جن آیات سے استدلال کیا ہے، ان کا زمانہ نزول بہر صورت اسلام کا ابتدائی زمانہ تھا اور اس زمانے میں ارتداد کی سزا دینا ممکن

1۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن 522:2، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، 2015ء

2۔ تفہیم القرآن 434:1

3۔ ایضا 316:1

4۔ ایضا 228:1

نہ تھابلکہ زیادہ سے زیادہ ارتدادی عمل کے شوقین حضرات کو آخرت کے عذاب سے ڈرایااور انہیں متنبہ کیاجاسکتا تھااور قرآن حکیم میں یہی انداز اپنایا گیاہے اور زیرِ مطالعہ آیات،اسی قسم کی دھتکار اور تنبیہ پر مشتمل ہیں مذکورہ آیات کے مطالعہ سے یہ حقیقت بھی معلوم ہو جاتی ہے۔ منکرین سزائے ارتداد کی پیش کردہ تمام آیات، مرتد کو دنیامیں سزائے موت دینے یانہ دینے پر ساکت وصامت ہیں۔ آیاتِ مذکورہ میں اگر جرم ارتداد پر سزادینے کاذکر نہیں ہے تو ان میں مرتد کو سزانہ دینے کا بھی ذکر نہیں ہے گویا یہ آیات مبارکہ،سزائے ارتداد پر دنیوی سزاکے نفی واثبات میں خاموش ہیں چنانچہ ان کے سکوت سے یہ اخذ نہیں کیاجائے گا کہ قرآن حکیم میں سزائے ارتداد کا وجود ہی نہیں ہے بلکہ ہم حقیقت بیان میں زیادہ سے زیادہ یہ کہیں گے کہ قرآن حکیم میں جرم ارتداد پر، صراحتہً اخروی سزااور اشارۃً دنیوی سزاکاوجود پایاجاتاہے۔[1]

ii) قرآنی متعلقات نصوص سزائے ارتداد پر دال ہیں:

قرآن حکیم کاایک مبتدی طالب علم،اس حقیقت سے آشناہے کہ علمائے اصول کے نزدیک قرآنی الفاظ اپنے معانی پر چار مختلف طرق سے دلالت کرتے ہیں، فقہائے کرام نے دلالت کے ان مختلف طرق کو عبارت النص، اشارۃالنص، دلالۃ النص اور اقتضاءالنص سے تعبیر کیاہے۔ سطورذیل میں مذکورہ دلالات کی مختصر تعریف اور ان پر ایک ایک مثال پیش خدمت ہے:کسی لفظ کی اپنے معنی پر دلالت،عبارۃالنص کہلاتی ہے،جو لفظ کے صیغہ سے خود بہ خود ذہن میں آجائے گویاشارع نے اسی مفہوم اور مقصد کیلئے وہ لفظ استعمال کیاہے۔مثلاً،اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:

﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ [2]

"اور اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیاہے۔"

مذکورہ آیت کے الفاظ اس معنی پر دلالت کناں ہیں کہ تجارت اور سود ایک جیسے نہیں ہیں اور ان الفاظ سے شارع کامقصودِ اصل بھی یہ ہے،اس کوعبارۃالنص کہتے ہیں۔

کسی لفظ کی اپنے معنی پر وہ دلالت اشارۃالنص کہلائے گی جو نص سے مقصود نہ ہو بلکہ اس معنی پر نظم کلام میں بہ

1۔ قاسمی،ڈاکٹر محمد دین، عقوبات قرآن اور مفکر قرآن: 93،کتاب سرائے، اردوبازار ،لاہور

2۔ البقرۃ:275

طریق التزام اشارہ پایا جائے اور اس پر نص میں کسی لفظ کے اضافہ کی ضرورت بھی نہ ہو۔ مثلاً، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾[1]

"اہل ذکر سے پوچھا کرو اگر تم نہیں جانتے۔"

مذکورہ آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جس بات کا علم نہ ہو، اس کا اہل علم سے سوال کرنا لازم ہے۔ نص کا یہ مفہوم اشارۃً، اس امر کو بھی لازم کرتا ہے کہ معاشرے میں اہل علم کا وجود ضروری ہے اور یہ اشارۃ النص سے ثابت ہوا ہے۔ دلالۃ النص سے مراد کسی لفظ کی اپنے معنی پر وہ دلالت ہے، جس سے نص میں بیان کردہ حکم کی علت معلوم ہو جائے۔ منصوص علت کا یہ فہم مجرد لغت کے فہم، سے حاصل ہو گا اور کسی گہرے تدبر کی ضرورت نہ ہو گی۔ مثلاً، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا﴾[2]

"جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔"

مذکورہ آیت سے واضح ہوتا ہے کہ زیادتی سے یتیم کا مال کھانا حرام ہے اور دلالۃ النص سے معلوم ہوتا ہے کہ یتیم کے مال کو جلانا اور تلف کرنا بھی حرام ہے۔ کسی کلام کی اپنے محذوف لفظ پر دلالت کو اقتضاء النص کہتے ہیں گویا کلام کی صحتِ معنی، اس لفظ کو مقدر ماننے پر موقوف ہوتی ہے۔ مثلاً ارشادِ الٰہی ہے:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ﴾[3]

"تم پر تمہاری مائیں بہنیں، بیٹیاں۔۔۔۔۔۔۔ حرام ہیں۔"

مذکورہ آیت میں محذوف لفظ، نکاح ہے اور اس کا معنی یہ بنے گا کہ محرم خواتین سے نکاح کرنا حرام ہے، انہیں دیکھنا یا چھونا حرام نہیں ہے گویا کلام کا یہ معنی، اقتضاء النص سے ماخوذ کیا گیا ہے۔[4]

مذکورہ تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ تمام قرآنی احکام، نصوص قرآنیہ کی عبارت اور صراحت ہی پر موقوف نہ

1۔ النحل:43

2۔ النساء:10

3۔ ایضا: 23

4۔ ڈھلوں، ڈاکٹر عرفان خالد، علم اصول فقہ؛ ایک تعارف: 302، شریعہ اکیڈمی، اسلام آباد، 2006ء

ہیں بلکہ کلام اللہ کی آیات سے جو احکام بھی ثابت ہوتے ہیں، ان میں سے بیشتر نصوص، نصوص قرآنیہ کے اشارہ، دلالہ، اقتضاء سے ثابت ہوتے ہیں اور اپنے ثبوت حکم میں یقینی اور قطعی ہونے کا درجہ رکھتے ہیں اور فقہائے امت نے ہمیشہ سے انہی طریق دلالت پر احکامِ قرآنیہ کا استخراج کیا ہے، بلکہ آج بھی بعض اسلامی ممالک کے ملکی قوانین میں ایسے احکام کی سینکڑوں امثلہ موجود ہیں، جو قرآن حکیم کی عبارۃ النص کے علاوہ کسی نص کے اشارہ، دلالہ اور اقتضاء کی بنا پر مستنبط ہوئے ہیں۔[1]

اسلامی علوم وفنون کی دنیا میں یہ ایک طفلانہ موقف ہو گا کہ ہم اسی حکم کو قرآن کا حکم مانیں گے جو قرآنی نص کی عبارۃ سے ثابت ہو گا جبکہ قرآنی نص کے اشارۃ، دلالۃ اور اقتضاء سے ثابت شدہ کوئی حکم، قرآن کا حکم نہیں ہو گا۔ اس موقف کو تسلیم کرنے کا معنی یہ ہے کہ فقہائے امت کی محنتوں سے تیار کردہ شرعی مسائل اور تعزیری احکام کا ضخیم دفتر بے کار ہو کر رہ جائے گا اور بہ یک جنبشِ قلم، اسلامی ممالک کے ملکی قوانین کی سینکڑوں دفعات۔

سزائے ارتداد کے باب میں بھی منکرین کے اس دعوے کو تسلیم نہیں کیا جائے گا کہ قرآن حکیم میں سزائے ارتداد کا وجود نہیں ہے اور نہ کسی کے اس مطالبہ ہی کو درخورِ اعتناء سمجھا جائے گا کہ قرآن حکیم سے مرتد کی سزا پر ہم، کوئی ایسی آیت پیش کریں جس میں واضح طور پر مرقوم ہو کہ:

> "جو شخص محمد رسول اللہ ﷺ کے پیش کردہ اسلام کو قبول کرنے کے بعد اسے چھوڑ کر مرتد ہو جائے گا، اسے ارتداد کی پاداش میں قتل کر دیا جائے گا۔"

ظاہر ہے منکرین سزائے ارتداد کو اپنی خواہش کے الفاظ، قرآن حکیم میں دستیاب ہوں گے اور نہ ان کی اس فرمائش کو پورا کرنا ممکن ہو گا تاہم یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ فقہائے کرام اور علمائے تفسیر نے قرآن حکیم کی متعدد آیات سے ارتداد کی سزائے قتل پر استدلال کیا ہے اور مقالہ نگار کی رائے میں بھی قرآن حکیم سے صراحتاً نہ سہی مگر اشارۃً سزائے ارتداد کا وجود اور ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

1۔ عبدالکریم زیدان، الدکتور، الوجیز فی اصول الفقہ، ص: 354، دارالکتب السلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور

iii) جرم ارتداد پر دنیوی سزا سے متعلقہ چند آیات:

جرم ارتداد پر دنیوی سزا سے متعلقہ قرآن حکیم کی چند آیات مبارکہ پیش خدمت ہیں:

- 9ہجری میں حج کے موقع پر سورہ توبہ کے ذریعے، اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ سے اعلانِ برات کیا اور اس اعلان میں یہ واضح فرمادیا تھا کہ آج تک جو لوگ، اللہ و رسول کے خلاف برسرِ پیکار رہے ہیں، انہیں چار ماہ تک مہلت دی جارہی ہے تاکہ وہ اپنے معاملہ میں غور و فکر کر سکیں کہ انہیں اسلام قبول کرنا ہے یا ملک چھوڑنا ہے اور اس عرصے میں جو لوگ نہ اسلام قبول کریں گے اور نہ ملک ہی چھوڑیں گے، ان کا فیصلہ تلوار سے کیا جائے گا، اس کے سیاق میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

﴿فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ۭ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ، وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ﴾[1]

"اگر یہ توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں اور سمجھنے والے لوگوں کے لئے ہم اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔ اور اگر عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں طعن کرنے لگیں تو ان کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو (یہ بے ایمان لوگ ہیں اور) ان کی قسموں کا کچھ اعتبار نہیں عجب نہیں کہ اپنی حرکات سے باز آجائیں۔"

مذکورہ آیت مبارکہ کے متعلق سید مودودیؒ کا خیال یہ ہے کہ اس مقام پر عہد شکنی سے سیاسی معاہدات کی خلاف ورزی بالکل بھی مراد نہیں ہے بلکہ سیاقِ عبارت سے اس کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے اور سیاقِ کلام میں عہد شکنی سے مراد قبولِ اسلام کے بعد اقرارِ اسلام سے پھر جانا ہے اور اس کے بعد: ﴿فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ﴾ کے معانی اس کے سوا کچھ نہ ہیں کہ تحریک ارتداد کے لیڈروں سے جنگ کرو۔[2]

- سورہ کہف میں حضرت موسیٰؑ و خضر کا قصہ، نہایت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اس سفر کے دوران

1۔ التوبۃ: 11-12

2۔ مودودی، ابو الاعلیٰ، سید، مرتد کی سزا، اسلامی قانون میں: 21، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور، اپریل 1970

میں جو عجیب و غریب واقعات پیش آئے، ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ جناب خضر نے ایک لڑکے کو بلاوجہ قتل کر دیا۔ حضرت موسیٰ نے اس پر تعجب سے یہ پوچھا کہ آپ نے ایک بے گناہ لڑکے کو قتل کر دیا؟ اس پر صاحبِ موسیٰ کا جواب، قرآنی حکایت میں یہ تھا:

﴿وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا. فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا﴾[1]

"اور وہ جو لڑکا تھا اس کے ماں باپ دونوں مومن تھے ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ (بڑا ہو کر جو بد کردار ہوتا کہیں) ان کو سرکشی اور کفر میں نہ پھنسا دے۔ تو ہم نے چاہا کہ ان کا پروردگار اس کی جگہ ان کو اور (بچہ) عطا فرمائے جو پاک طینتی اور محبت میں اس سے بہتر ہو۔"

مذکورہ قرآنی واقعہ سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآنی بیان کے مطابق، جرم ارتداد ہی پر سزائے قتل کا ذکر کیا، کسی صاحب ایمان کے حق میں کسی شخص کا خطرہ ارتداد ہونا بھی موجب قتل بن جاتا ہے اور جناب خضر نے قتلِ غلام کا یہی سبب بیان کیا ہے کہ خطرہ تھا، وہ اپنے صاحبِ ایمان ماں باپ کو زبردستی طغیان و کفر میں دھکیل دے گا حالانکہ اس نے والدین کو ابھی تک زبردستی کا نشانہ نہیں بنایا تھا بلکہ وہ اس کے ہاتھوں ابھی تک مامون و محفوظ تھے تاہم یہ ایک قسم کا اندیشہ تھا اور اس اندیشے کی بنا پر ارتکابِ کفر جرم سے قبل ہی اسے قتل کر دیا گیا اور قرآن شاہد ہے کہ جناب خضر کے اس جواب پر حضرت موسیٰؑ خاموش رہتے ہیں کیونکہ ان سے ملاقات کا پتہ بھی انہیں اللہ ہی نے بتایا تھا اور وہ یہ عجیب و غریب کام بھی، حکمِ خداوندی سے انجام دے رہے تھے۔ منکرین سزائے ارتداد میں سے جناب غلام احمد پرویز، مذکورہ آیت کی تشریح میں رقم طراز ہیں:

"ارھق کے معنی ہیں: زبردستی سے کسی دوسرے کو ڈھانپ دینا، اب معنی واضح ہو گئے کہ وہ لڑکا خود۔۔۔ (طغیاناً) اور کفر شعار (کفراً) تھا لیکن اس کے ماں باپ مومن تھے۔ اس کی سرکشی کا یہ عالم تھا کہ وہ ماں باپ پہ بھی زبردستی کرتا تھا۔ اس لیے خدشہ تھا کہ کسی دن اس زبردستی سے وہ انہیں بھی اس قسم کی سرکشی اور کفر میں اپنے ہاتھ نہ ملا لے۔"[2]

بہر حال جناب خضر کے قرآنی بیان اور غلام احمد پرویز کے لغوی وضوح سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ ایک لڑکے کو

1۔ الکھف80۔ 81

2۔ محمد شفیع، مفتی، مولانا، معارف القرآن 383:3، فرید بک ڈپو، جامع مسجد دہلی،1998

اس خدشے کی بناپر قتل کر دیا گیا تھا کہ وہ مستقبل میں اپنے والدین کو طغیان وکفر میں پھنسا کر مرتد بنادے گا۔ اور یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ارتداد کا ارتکاب ہی نہیں، قرآن کی رو سے کسی کو ارتداد پر آمادہ کرنا بھی قابل گردن زدنی جرم ہے۔

- بنی اسرائیل کا گاؤپرستی پر مبنی واقعہ، قرآن میں ایک معروف واقعہ ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ جناب ہارونؑ کو اپنا خلیفہ بنا کر خود چالیس رات کیلئے کوہِ طور پر تشریف لے جاتے ہیں، ادھر سامری نے فتنہ پردازی سے بنی اسرائیل کو راہِ حق سے ہٹادیا اور انہوں نے اپنی قدیم عادت کے مطابق اسلام کے بعد دوبارہ کفر کا مظاہرہ کیا اور بچھڑے کو معبود سمجھ کر پوجنا شروع کر دیا جس کے نتیجہ میں ان منکرین اور مرتدین کو اس ارتدادی عمل کی پاداش میں سزائے قتل سے دوچار کر دیا گیا، جس کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِىِٕكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾[1]

"تم نے بچھڑے کو (معبود) ٹھہرانے میں (بڑا) ظلم کیا ہے تو اپنے پیدا کرنے والے کے آگے توبہ کرو اور اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالو۔"

مذکورہ بالا آیت سے واضح ہوتا ہے کہ گوسالہ پرستی کے نتیجہ میں بنی اسرائیل پر سزائے ارتداد کا اجرا بھی عمل میں آیا تھا اور ان میں سے کفر وارتداد کے مرتکبین کو تہ تیغ بھی کر دیا گیا تھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کی رو سے جرم ارتداد پر سزائے قتل جاری کرنا جائز ہے۔ اس واقعہ کے متعلق سزائے ارتداد کے بعض منکرین کا خیال ہے کہ بسا اوقات کسی لفظ کو اس کے ادبی مفہوم میں بھی پیش کیا جاتا ہے اور یہی حال اس مقام پر قتل کا بھی ہے اور قرآن میں ہر مقام پر قتل کا معنی گردن اڑانا اور مار دینا ہی نہیں ہوتا بلکہ اس سے دھتکارنا اور پھٹکارنا بھی مقصود ہوتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی اعمال بد پر لعن وملامت کے اسلوب کر قتل سے تعبیر کیا گیا ہے۔[2]

اس مقام پر بھی قتل سے معروف معنوں میں قتل کرنا ہی مراد ہے اور ادبی استعمال کے نام پر قتل کے حقیقی

1۔ البقرۃ:54

2۔ قتل مرتد کی شرعی حیثیت: 44

مفہوم میں تاویل کی اجازت نہیں ہے کیونکہ دیگر خارجی قرائن سے بھی اس آیت میں قتل کے عمل کا تعین ہو جاتا ہے کہ یہاں قتل سے گردن اڑانا اور مار دینا ہی مراد ہے، دھتکارنا اور پھٹکارنا مراد نہیں ہے۔ مقالہ نگار کے اس دعویٰ پر قرآن حکیم کا یہ بیان شاہد ہے کہ فرعون بھی حضرت موسیٰؑ کو اس بنا پر قتل کر دینا چاہتا تھا کہ اسے ڈر تھا کہ آپ بنی اسرائیل کا دین بدل کر رکھ دیں گے۔ فرعون کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے!

﴿ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ﴾ [1]

"مجھے چھوڑو کہ موسیٰ کو قتل کر دوں اور وہ اپنے پروردگار کو بلالے مجھے ڈر ہے کہ وہ کہیں تمہارے دین کو (نہ) بدل دے۔"

مذکورہ آیت کی روسے قتل کے معنی میں یہ کہنا مناسب نہ ہو گا کہ فرعون بھی حضرت موسیٰؑ کو معاذ اللہ طعن وملامت کرنا چاہتا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کا دین تبدیل نہ کر دیں بلکہ سچ ہے کہ فرعون اپنے ارادہ قتل کو اس کے حقیقی روپ میں روبہ عمل لانا چاہتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰؑ کو فرعون سے پناہ میں رکھا تھا۔ چنانچہ فاقتلوا انفسکم کے حکم میں قتل اور نفس کا وہی مفہوم ہے، جو بنی اسرائیل کے متعلق درج ذیل آیت میں قتل اور نفس سے مراد ہے:

﴿ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ﴾ [2]

"پھر تم وہی ہو کہ اپنوں کو قتل کر دیتے ہو۔"

بنی اسرائیل کے قتل پر مبنی مذکورہ بالا واقعہ کے متعلق بھی قرار دیا جاسکتا ہے کہ شریعت موسوی کا واقعہ، امتِ محمدیہ کے حق میں حجت نہ بن سکے گا مگر معلوم ہونا چاہیے کہ شرائع ما قبل کے جن احکام وہدایات، قرآن حکیم نے نقل فرمایا ہے اور پیغمبر ﷺ نے اس حکم سے ہمیں علیحدہ نہیں کیا، وہ ہمارے حق میں بھی معتبر ہیں اور ہمیں بھی ان کی اقتدا کا حکم دیا گیا ہے۔[3] چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کے ساتھ ساتھ، دیگر انبیاء ورسل کا تذکرہ کیا اور اس کے بعد حضرت رسول اللہ کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا ہے:

1۔ المومن:26

2۔ البقرہ:85

3۔ شبیر احمد عثمانی، مولانا، الشہاب لرجم الخاطف المرتاب، 19

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾[1]

"یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی تھی تو تم انہیں کی ہدایت کی پیروی کرو۔"

قرآن کریم سے مقالہ نگار نے جرم وسزائے ارتداد کے اثبات میں، تین آیات مبارکہ کا حوالہ دیا ہے۔ مذکورہ آیات کا بنیادی موضوع اگرچہ، جرم ارتداد یا سزائے ارتداد نہیں ہے بلکہ اسلام کے بعد کافرانہ روش اختیار کرنے پر، ان میں آیات میں سزائے قتل کو بر سبیل تذکرہ بیان کیا گیا ہے تاہم قرآن شناس قلوب واذہان، اس باب میں قرآنی مزاج کو بہ آسانی سمجھ سکتے ہیں، یہی باعث ہے کہ بعض جید اور ممتاز علمائے کرام نے، مذکورہ آیات کے اشارہ، دلالہ اور اقتضاء سے، جرم ارتداد کی سزائے قتل کا اثبات کیا ہے لہذا مقالہ نگار کی رائے میں سزائے ارتداد کے منکرین کا یہ دعوی خطائے محض ہے کہ قرآن کریم میں سزائے ارتداد کا وجود نہیں ہے۔

دوسرا شبہ؛ قرآن حکیم نے عقیدہ وایمان میں جبر سے منع کیا ہے؟

سزائے ارتداد کے منکرین کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ قرآن حکیم نے عقیدہ وایمان کے باب میں جبر و اکراہ سے منع فرمایا ہے کیونکہ دین وایمان کا تعلق دل کے اعتقاد سے ہوتا ہے اور جبر وتشدد سے دل میں اعتقاد پیدا نہیں ہو سکتا چنانچہ قرآن حکیم کی رو سے، جس طرح کسی کافر کو قبول اسلام پر مجبور نہیں کیا جائے گا، بالکل اسی طرح کسی مرتد کو بھی جبر واکراہ سے دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل کرنا جائز نہیں ہے ورنہ جو اسلام جبر واکراہ کے ذریعہ حاصل ہو گا، قانون شریعت کی رو سے وہ فاسد ہو گا۔[2] سزائے ارتداد کے منکرین کا خیال یہ ہے کہ قرآن حکیم بار بار غور وفکر اور بحث ونظر کی دعوت دیتا ہے اور غور وفکر، کسی قسم کے جبر واکراہ کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا اور ایمان وعقیدہ کو بھی دلائل وبراہین سے قلوب واذہان میں راسخ کیا جاتا ہے، قہر وجبر کے بل پر نہیں چنانچہ اسلام جیسا بحث ونظر کا داعی دین، کسی شک وشبہ میں مبتلا شخص کو قتل کرنے کا حکم نہیں دے گا۔ سزائے ارتداد دراصل حریت اعتقاد کے منافی ہے اور قرآن حکیم کی جس آیت کی رو سے ایمان وفکر کے مابین کسی انسان کو اختیار دیا گیا ہے، ان کا حاصل یہ ہے کہ مذہب کو اختیار کرنے میں بنیادی طور پر انسان آزاد ہے اور اسے دنیوی سزا

1۔ الانعام:90

2۔ قتل مرتد کی شرعی حیثیت: 27

دے کر ارتداد کے بعد اسلام قبول کرنے پہ مجبور کرنا کسی طور پر بھی روا نہیں ہے۔[1]،[2]

مذکورہ اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ سزائے ارتداد کے منکرین کے نزدیک، سزائے ارتداد کی حدیث اور عدم اکراہ کی آیت میں تناقض پایا جاتا ہے لہذا دین کے باب میں عدم اکراہ کی آیت سے تمسک کیا جائے گا اور سزائے ارتداد پر مبنی حدیث کی تاویل کریں گے حالانکہ منکرین سزائے ارتداد نے، دین کے باب میں حریت فکر اور عدم جبر پر، جس آیت کو بنیادی حوالہ کے طور پر پیش کیا ہے، اس کا شان نزول واضح طور پر یہ بتاتا ہے کہ اس آیت کا بنیادی موضوع ارتداد کے بعد ایمان کا جبر نہیں ہے بلکہ کسی غیر مسلم کو ابتدائی طور پر دائرہ اسلام میں جبراً داخل کرنا ہے۔

i) لا اکراہ فی الدین کے شان نزول کی معرفت ضروری ہے:

علامہ ابن جریر طبری نے مذکورہ آیت مبارکہ کا شان نزول یہ بیان کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ایک انصاری عورت کا کوئی بچہ زندہ نہ رہتا تھا۔ اس نے یہ نذر مانی کہ میرا جو بچہ زندہ رہے گا، میں اسے یہودی بناؤں گی چنانچہ بعد میں اس عورت کے جو بھی بچہ پیدا ہوتا اسے یہود کے سپرد کر دیا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جب بنو نضیر کے یہود کو مدینہ سے جلاوطن کیا گیا۔ ان میں یہ انصاری لڑکے بھی شامل تھے جن کے مسلم رشتہ داروں نے کہا کہ ہم اپنے لڑکوں کو اِن کے ساتھ نہیں جانے دیں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ دین کے باب میں کوئی جبر نہیں ہے چنانچہ آپ نے انصار سے فرمایا کہ تمہارے بچوں کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ تمہیں اختیار کریں یا یہود کو اختیار کریں۔ ان میں سے جس نے اسلام قبول کیا جو مدینہ میں رہا اور جنہوں نے اسلام قبول نہ کیا انہیں بھی یہود کے ساتھ جلاوطن کر دیا گیا۔

بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ انصار کے چند بچوں نے بنو نضیر میں دودھ پیا تھا جب اسلام آ گیا تو بچوں کے والدین نے انہیں اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا اور یہ اس وقت ہوا تھا جب بنو نضیر کی جلاوطنی کے وقت ان

1۔ حرية الاعتقاد فى القرآن الكريم: 81 ، الاسلام دين الفطرة والحرية: 144

2۔ طه جابر العلوانى، لا اكراه فى الدين، مكتبه الشروق الدولية، القاہرة، الطبعة الثانية، 2006؛ الصعيدى، الحرية الدينية فى الاسلام: 66

کے رضاعی بیٹوں نے کہا کہ ہم بھی آپ کے ساتھ جائیں گے۔[1]

امام ابن کثیرؒ نے اس آیت کے شان نزول میں یہ واقعہ بھی ذکر کیا ہے کہ بنو سالم کے ایک شخص کا نام حصینی تھا، اس کے دو بیٹے اسلام سے پہلے ہی عیسائی مذہب قبول کر چکے تھے۔ اس نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے بیٹے میرا حصہ ہیں مگر وہ عیسائیت کے سوا کچھ سننا گوارہ نہیں کرتے ہیں، کیا وہ جہنم میں جائیں گے ؟ میں انہیں اسلام پر مجبور نہ کروں ؟ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی تھی۔[2]

آیت لا اکراہ فی الدین کے شان نزول پر علمائے تفسیر کے مذکورہ اقوال سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اپنے شان نزول کے لحاظ سے یہ آیت اگرچہ مختلف واقعات کا مصداق رہی ہے تاہم ان تمام واقعات کا حاصل زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ کسی شخص کو ابتداء میں قبول اسلام پر مجبور نہیں کیا جائے گا، شان نزول کی مذکورہ روایات میں یہ درج نہیں ہے کہ کوئی شخص اسلام کے بعد مرتد ہو گیا تھا اور اہل اسلام نے مرتد کو قبول اسلام پر مجبور کیا تھا اور اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ اہل اسلام کو روک دیا تھا کہ جو شخص بھی اسلام کے بعد مرتد ہو، اسے دوبارہ قبول اسلام پر مجبور نہ کرو۔

ii) قبول اسلام کا عہد توڑنا فوجداری جرم ہے:

بر بنائے جبر قبول کیا جانے والا اسلام، فقہائے کرام کے نزدیک قابل اعتبار نہیں ہے اور اس سے برگشتہ ہو کر ارتداد کا مرتکب ہونا، مستوجب سزا نہیں ہو گا تاہم جو شخص شعور و بصیرت کے ساتھ اور اپنے ارادہ واختیار سے بلا کسی جبر و اکراہ کے مسلمان ہوتا ہے اس کا اسلام میں داخل ہونا دراصل ایک قسم کا عہد و پیمان ہوتا ہے، وہ اپنے قول و قرار سے اللہ و رسول کے عہد اور بیعت میں شامل ہونے کا اعلان کرتا ہے چنانچہ اپنے اس عہد کو تمام تر آداب و شروط کے ساتھ وفا کرنا بھی اس پر لازم ہے، ورنہ جو مسلم بھی اس عہد کا طوق اپنی گردن سے اتارے گا، وہ اپنی جان پر کھیل کر ہی اس عہد کو توڑنے کی جسارت کرے گا۔ ارشاد ربانی ہے:

1۔ طبری، ابن جریر، جامع البیان فی تفسیر القرآن:322،دار المعرفہ، بیروت،1412ھ ؛ پانی پتی، قاری ثناءاللہ، تفسیر مظہری: 322، سعید کمپنی پاکستان چوک، کراچی

2۔ ابن کثیر، ابو الفداء تفسیر القرآن العظیم 454:1؛ تفسیر در منثور، مترجم 489:1، ضیاءالقرآن پبلی کیشنز لاہور

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰي نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾[1]

"جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے پھر جو عہد کو توڑے اور عہد توڑنے کا نقصان اسی کو ہے اور جو اس بات کو جس کا اس نے اللہ سے عہد کیا ہے پورا کرے تو وہ اسے عنقریب اجرِ عظیم دے گا۔"

مذکورہ آیت مبارکہ میں عہدِ بیعت توڑنے پر، جس سزا کی وعید سنائی جا رہی ہے، وہ اپنے اشارہ سے بالکل واضح ہے کہ اس بیعت کو جان پر کھیل کر ہی توڑا جا سکے گا۔ رسول اللہ ﷺ کی بیعت اسلام کے الفاظ پر بھی غیر مبہم انداز میں، اپنے قول و عمل کے ذریعہ عہد بیعت توڑنے پر دنیوی سزا کو عیاں کرتے ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تم اس بات پر میری بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناوگے، چوری نہیں کروگے، بدکاری نہیں کروگے، اپنی اولاد کو قتل نہیں کروگے، بہتان نہیں باندھوگے اور نیکی کے کام میں نافرمانی نہیں کروگے۔ جو شخص اسے وفا کرے گا، اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور جو شخص کسی کا مرتکب ہوا اور اسے سزا دی جائے گی، وہ اس کا کفارہ بن جائے گی اور جو کسی گناہ کا مرتکب ہو اور اس پر اللہ نے پردہ ڈال دیا، اللہ چاہے گا تو اسے معاف کرے گا اور چاہے گا تو اسے عذاب دے گا۔"[2]

مذکورہ حدیث میں ہمارا محلِ شاہد عوقب بہ کا دنیوی سزا پر مبنی جملہ ہے کہ جو شخص بھی بیعتِ اسلام کے بعد مذکورہ افعال میں سے کسی کا ارتکاب کرے گا اسے دنیا میں سزا سے دوچار کیا جائے گا۔ زیرِ مطالعہ حدیث میں مندرج تعزیری احکام کی تفصیلات حدیث وفقہ کی کتب میں موجود ہیں تاہم مقالہ نگار کے نزدیک اس کا قابلِ توجہ پہلو یہ ہے کہ جب بیعتِ اسلام کے بعد، مذکورہ نصف درجن افعال میں سے کسی ایک کا مرتکب ہونا بھی دنیا میں مستوجب سزا جرم ہے اور تمام کی تمام بیعتِ اسلام کا طوق اتار دینا اور اسلام سے مرتد ہو جانا کیونکر قابلِ سزا جرم

1۔ الفتح:10

2۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبداللہ، الامام، الجامع الصحیح المختصر المسندمن حدیث رسول اللہ و سننہ و ایامہ، 6784، دارابن کثیر، الیمامۃ، بیروت، الطبعۃ الثالثہ، 1307ھ

نہیں ہو گا؟ کیا ہمارے منکرین، اسلامی حدود و کفرات کو بھی دین کے باب میں جبر سے قید کریں گے اور قرآن سے اس کے جبر پر بھی آیت پیش فرما دیں گے؟ مقالہ نگار کے خیال میں کسی ایک آیت پر اپنی بنائے فکر استوار کرنا اور صرف اس کے سیاق و سباق کو مد نظر نہ رکھنا بلکہ اس موضوع کی مزید تمام نصوص شریعہ سے صرف نظر کر جانا اس طمع و فکر شیوہ نہیں ہے۔

iii) اسلام کے بعض احکام میں جبر و اکراہ شرعاً جائز ہے

اسلام میں مطلق حریتِ فکر اور آزادی ضمیر کا کوئی تصور نہیں ہے بلکہ اسے بعض حدود و قیود سے مشروط کیا گیا ہے چنانچہ اسلامی احکامات کی رو سے، بعض مقامات پر حریت کی بجائے جبر کرنا بھی مطلوب ہوتا ہے۔ یہی باعث ہے کہ بعض مسلم مفکرین نے اکراہ کو برحق اکراہ اور ناحق اکراہ میں تقسیم کیا ہے چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے نزدیک اکراہ کو حق و باطل میں تقسیم کیا جائے گا۔ شیخ الاسلام کے مطابق بعض امور میں ارادہ و اختیار کی بجائے کسی شخص پر جبر و اکراہ کو کام میں لانا برحق ہوتا ہے مثلاً کسی مسلم پر نماز، روزہ، زکوۃ اور حج کے باب میں سختی کرنا، کسی مقروض پر ادائے قرض کیلئے سختی کرنا اور مرتد کو دوبارہ اسلام قبول کرنے پر سختی کرنا برحق ہے اور بعض امور میں اکراہ باطل بھی ہوتا ہے مثلاً کسی شخص کو کفر و معاصی پر مجبور کرنا ناحق اکراہ ہو گا۔[1]

دوسرے مقام پر شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اکراہ حق اور اکراہ باطل کے متعلق یہ بیان فرمایا ہے:

> "اکراہ کبھی حق اور کبھی باطل کے کام میں ہوتا ہے مثلاً حربی کافر کو اسلام لانے کا جزیہ دینے پر یا مرتد کو رجوع اسلام پر مجبور کرنا برحق اکراہ ہے۔۔۔ جو شخص قرض ادا کرنے کی قدرت رکھتا ہو، اسے قرض ادا کرنے پر مجبور، جو فرض نفقہ دینے کی استطاعت رکھتا ہو، اسے نفقہ دینے پر مجبور کرنا بھی اکراہ بہ حق ہے۔"[2]

علامہ ابن عاشورؒ کے مطابق کسی مرتد کو سزائے قتل سے دوچار کرنا دین کے باب میں منفی اکراہ نہیں بلکہ مثبت اکراہ ہے کیونکہ ارتداد پر موت کی سزا نہ ہو گی تو لوگ اس حرکت سے باز نہ آئیں گے چنانچہ ارتداد پر موت کی سزا کا مقصد ہی یہ ہے کہ دین میں داخل ہونے والا بصیرت کے ساتھ داخل ہو کہ اس سے خروج کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

1۔ ابن تیمیه، احمد بن عبدالحلیم، تقی الدین، ابو العباس، مجموع الفتاویٰ 463:8، دارالوفا، الطبعة الثالثه، 1329ھ
2۔ مجموع الفتاوی 8 :463

[1]شیخ ابن العربیؒ نے اکراہ کو حق اور باطل میں تقسیم کیا ہے اور علامہ ابن عاشور کے برعکس، لائے نفی جنس کو عموم اکراہ کی بجائے اکراہِ باطل کے عموم پر محول فرمایا ہے اور اکراہِ حق کو دین کا حصہ اور شرعاً جائز قرار دیا ہے۔[2]

خلاصہ بحث

اختیار دین کے باب میں عدم جبر و اکراہ پر مبنی آیات مبارکہ کے مطالعہ اور مختلف علمائے تفسیر کے نقطہ نگاہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم میں جرم ارتداد پر اخروی سزا کا ذکر جس صراحت سے موجود ہے اس صراحت کے ساتھ جرم ارتداد پر دنیوی سزا کو بیان نہیں کیا گیا تاہم یہ بھی ایک معلوم حقیقت ہے کہ کسی فعل پر اخروی سزا کے بیان کا مطلب یہ قطعاً نہیں ہے کہ اس پر دنیا میں کوئی سزا موجود ہی نہیں ہے کیونکہ کسی چیز کے عدم ذکر سے اس کا عدم وجود لازم نہیں آتا اور نہ اس عدم ذکر سے فعل ارتداد کو جواز فراہم ہو جاتا ہے کہ قرآن حکیم نے سزائے ارتداد کا صریح ذکر نہ کر کے مرتدین اور معاندین کو یہ اجازت دے دی ہے کہ وہ ارتدادی عمل کا ارتکاب کرتے رہیں، قرآن حکیم میں سزائے ارتداد کے عدم ذکر کا یہ قطعاً مطلب نہیں ہے بلکہ بعض آیات مبارکہ کے اقتضاء النص اور اشارۃ النص سے جرم ارتداد پر دنیوی سزا بھی ثابت ہوتی ہے چنانچہ منکرین سزائے ارتداد کا یہ دعویٰ کرنا استدلال کے لحاظ سے درست نہیں ہے کہ قرآن حکیم میں نہ صرف سزائے ارتداد کا ذکر نہیں ہے بلکہ آزادی ضمیر اور حریت فکر کے عنوان سے قرآن معاذاللہ ارتداد کی اجازت فراہم کرتا ہے۔

1۔ ابن عاشور، محمد طاہر، التحریر و التنویر 319:2، مکتبة العلوم والحکم، الموصل، عراق

2۔ ابن عربی، ابو بکر محم بن عبداللہ، احکام القرآن 233:1، مطبعة دارالجلیل، بیروت، 1408ھ